انبیاء کرام اسلام کی نظر میں

از
(جناب مولانا محمد ظفیر الدین صاحب دار الافتار - دار العلوم - دیوبند)

(۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مامنکم من احد الا وقد وکل بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملائکۃ قالوا ایاک یارسول اللہ قال وایای الا ان اللہ اعاننی علیہ فلا یامرنی الا بخیر رواہ مسلم (خازن ۱۶۱/ج۲)

یعنی اس حیثیت سے کہ رسول بھی انسان ہے، شیطان کو تصرف کا اختیار ہو سکتا تھا، مگر اس حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے برگزیدہ بنایا ہے، اور بندوں تک احکام پہونچانا اس کے ذمہ ہے، اس لئے اپنے ان برگزیدہ بندوں کی اس نے مدد فرمائی، اور اسے شیطان کے تصرف سے محفوظ کر دیا۔

یہاں حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضؓ کی وہ بات یاد کیجئے، کہ جب انھوں نے ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں گواہی دی، تو آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا۔

ماحملک علی الشہادۃ ولم تکن معنا حاضراً — تم کو کس چیز نے گواہی پر آمادہ کر دیا، حالانکہ تم ہمارے ساتھ موجود نہ تھے

حضرت خزیمہ رضؓ نے کتنا اچھا اور صحیح جواب دیا، اور کہا

صدقتک بماجئت بہ وعلمت انک لا تقول الا حقا — میں نے آپ کی ان تمام چیزوں میں تصدیق کی جو کچھ آپ لائے اور مجھے یقین ہے کہ آپ حق کے سوا کچھ نہیں فرماتے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جواب سے خوش ہوئے اور فرمایا خزیمہ جس چیز کی گواہی

ردیں وہ کافی ہے۔

اس واقعہ کے نقل کرنے کا منشا یہ ہے کہ صحابۂ کرام کو یقین تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں وہ بالکل حق ہوتا ہے، گو یہ واقعہ آپ سے متعلق ہے مگر اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حال ہوتا ہے، خازن نے اپنی تفسیر میں قاضی عیاض کا یہ قول نقل کیا ہے واعلم ان الامۃ مجتمعۃ علی عصمۃ الانبیاء من الشیطان فی جسمہ وخاطرہ ولسانہ (خازن ۱۶۱/ج۴)

عصمت انبیاء پر امام رازی نے مستقل ایک رسالہ لکھا ہے، اور متعدد دلیلیں قرآن سے قائم کی ہیں، تفصیل وہاں ملاحظہ کی جا سکتی ہے، مولانا دوست محمد کابلی نے بھی تحفۃ الاخلار میں اچھی بحث کی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رح لکھتے ہیں۔

"انبیاء علیہم السلام ممتاز ہوتے ہیں، کچھ ایسی چیزیں ان میں مابہ الامتیاز پائی جاتی ہیں جو اجتماعی طور پر دوسروں میں نہیں پائی جاتیں"

آگے لکھتے ہیں

"انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، . . . . اور اللہ تعالیٰ ان کی تین طریقوں سے حفاظت کرتا ہے،

(۱) رب العزت ان کو سلامتیٔ فطرت پر پیدا فرماتا ہے اور معتدل کمالاتِ اخلاق سے نوازتا ہے، یہ صفات ان میں اس طرح رچی ہوئی ہوتی ہیں کہ ان میں معصیت کی کھٹک تک پیدا نہیں ہوتی بلکہ معصیت سے یہ حضرات (انبیاء علیہم السلام) متنفر ہوتے ہیں (یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہوتا ہے کہ ان کو دینی امور کے سلسلہ میں فرشتوں سی طبیعت دی جاتی ہے جس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ طاعت کی رغبت اور معصیت سے نفرت طبیعت میں مرکوز ہو جاتی ہے)

(۲) دوسری چیز یہ کہ بذریعہ وحی یقین دلا دیا جاتا ہے کہ معصیت باعثِ عقاب ہے، اور طاعت باعثِ ثواب، یہ چیز انبیاء علیہم السلام کے لئے معصیت سے روکنے والی ہوتی ہے، (یعنی

اختیار کے بقار کے باوجود ان میں طاعت کی خواہش اور معصیت سے فرار ہوتا ہے)

(۳) تیسرا طریقہ عصمتِ انبیار کا یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیار اور معصیت کے درمیان حائل ہوجاتا ہے، جس کی کوئی غیبی لطیف صورت ہوتی ہے، جس طرح یوسف علیہ السلام کے سامنے یعقوب علیہ السلام کو اس طرح کھڑا کر دیا کہ وہ حیرت سے انگلی دانتوں میں دبائے کھڑے ہیں۔"[1]

قاضی ثنار اللہ پانی پتی مالابدمنہ میں تحریر فرماتے ہیں

"عصمت انبیار کے لئے مخصوص ہے، اولیار کے متعلق عصمت کا اعتقاد کفر ہے، عصمت اس کا نام ہے کہ انبیار گناہ کی جرأت نہ کرسکیں، یعنی نہ وہ عمداً ایسا کرسکیں، اور نہ خطأً، یہ حضرات ہر حالت میں اختلالِ عقل سے محفوظ ہوتے ہیں، بیداری یا خواب کسی حال میں بھی غافل نہیں ہوتے اسی طرح وہ ہذیان اور مدہوشی سے بھی پاک ہوتے ہیں"[2]

انبیار علیہم السلام ہر طرح کی معصیت سے پاک ہوتے ہیں، کبیرہ، صغیرہ، عمداً، سہواً ہر ایک سے، وحی کے پہلے بھی، اور وحی کے بعد بھی، وحی سے پہلے کی دلیل کے سلسلہ میں حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق وہ آیت ہے کہ آپ نے بچپن میں فرمایا، قرآن میں ہے

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا — اس نے کہا بلاشبہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا، آپ نبی کب ہوئے، تو آپ نے فرمایا

کنت نبیا وادم بین الروح والجسد، اخرجہ احمد والبخاری فی تاریخہ — میں اس وقت نبی تھا کہ آدم ابھی روح اور جسد کے درمیان تھے۔

(مقاصد حسنہ ص۱۵۳)

صغائر کا ارتکاب انبیار سے سہواً ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، صغیرہ کے سہواً ارتکاب کو بعض محققین نے جائز کہا ہے، لیکن بعد نبوت اس سلسلہ میں مجھے نواب صدیق حسن خاں صاحب

---

[1] الانتقاد الرجیح ص۴۹ و ۵۰ [2] ایضاً

کی یہ رائے پسند ہے، تحریر فرماتے ہیں۔

والیق بعظمتِ منصب وعلو منزلت ایشاں عصمت از صغائر و کبائر ہر دو است، عمداً و سہواً و باین رفتہ اند جمہور و اگر لغزشے از ایشاں بوجود می آید، زود براں متنبہ کردہ می شوند و ایں ہمہ بعد وحی است (نخبۃ الزائد فی شرح العقائد ص۵)

ان کے عظمت منصب اور علو منزلت کے لائق تر یہی ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام صغائر و کبائر دونوں سے معصوم ہیں، عمداً سے بھی اور سہواً بھی اور جمہور کا یہی مسلک ہے، اگر ان سے کوئی لغزش سرزد ہوتی ہے تو فوراً ان کو متنبہ کیا جاتا ہے، اور یہ اہتمام بعد نبوت ہوتا ہے۔

تورپشتی لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام حق تعالے کے حکم کی پیروی اور اسی کی طاعت کے درپے ہوتے ہیں، اور کبھی بھی قصد وارادہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، ان کے الفاظ یہ ہیں

وازیں وجہ ایشاں از نافرمانی خدا بقصد معصوم ماندند، و ایشاں واجب العصمت اند و مخالفت امر خدا تعالیٰ بر ایشاں روا نیست زیرا کہ حق تعالیٰ خلق را فرمودہ کہ پیروی ایشاں بکنند، و اگر عصیاں بقصد ایشاں یافت شدی خدا تعالیٰ خلق را متابعت ایشاں نہ فرمودی (معتمد ص۶۳)

یہی وجہ ہے کہ یہ (انبیاء علیہم السلام) خدا کی قصداً نافرمانی سے معصوم رہتے ہیں اور یہ واجب العصمت ہیں بھی، خدا کے حکم کی نافرمانی ان کے لئے جائز نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو حکم دیا ہے کہ ان کی پیروی کریں، اگر ان سے قصداً نافرمانی ہوتی، تو اللہ تعالیٰ کبھی ان کی پیروی کا مخلوق کو حکم نہ فرماتے۔

امام ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں

نظر اقتضاء آں میکند کہ تاکید وجوب عصمت در حق انبیاء علیہم السلام افزوں ازاں است کہ در حق ملائکہ زیرا کہ خلق بمتابعت انبیاء ماموراند، بہ متابعت ملائکہ مامور نیستند (معتمد ص۷۳)

جس طرح انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں ایسے ہی عقل کی طرف سے بھی محفوظ ہوتے ہیں کہ ان کی عقل میں کوئی معمولی سے معمولی خامی بھی نہیں ہوتی، ان کی رائے، ان کا فہم، ان کی

بصیرت، ان کی دور اندیشی اور ان کی قوتِ حافظہ سب کی سب ممتاز ہوتی ہیں، اخلاق بدرجۂ کمال کو پہنچے ہوتے ہیں اسی طرح ان کو خلقت میں بھی دلربا موزونیت عطا کی جاتی ہے، قد و قامت میں بھی اور صورت و شکل میں بھی، سنجیدگی و رفتار میں بھی اور خوش آوازی میں بھی،

نبی میں امانت اعلیٰ درجہ کی پائی جاتی ہے، گویا صداقت و امانت کا پیکر اور خلق و وفا کا مجسمہ ہوتا ہے، ان تمام ظاہری و باطنی عوارض سے منزّہ ہوتا ہے، جو منصبِ رسالت و نبوت کے لئے کسی درجہ میں بھی خلل انداز ہو سکتے ہیں۔

انبیار جس وقت بظاہر نیند میں ہوتے ہیں، اس وقت بھی ان کا قلب بیدار رہی ہوتا ہے آنحضرت کا ارشاد ہے تنام عینی ولا ینام قلبی، (بخاری صنہ)

ایک اور حدیث میں فرشتوں کی حکایت نقل کی ہے والنبی صلی اللہ علیہ وسلم نائمۃ عیناہ ولا ینام قلبہ وکذالک الانبیاء تنام اعینھم ولا تنام قلوبھم (ایضاً)

ابلاغی امور میں ان سے بھول نہیں ہوتی ہے، خواہ وہ قولی ہوں، یا فعلی، اسی طرح احکام میں سہو نہیں ہوتا، خواہ یہ تبلیغی ہوں، خواہ غیر تبلیغی، ہاں ذاتی عمل (افعال) میں نبی سے بھول ممکن ہے، مثلاً نماز پڑھنے کھڑا ہو، اور چار کی جگہ دو ہی پر سلام پھیر دے، اور یہ بھی غالباً اس لئے ان انبیار سے ہوتا ہے کہ مسائل لوگوں کو معلوم ہو جائیں۔

مختصر یہ کہ انبیار علیہم السلام احکام الٰہی پہونچانے میں کوئی کمی نہیں کرتے، انبیار کے واقعات کا سرسری مطالعہ کر جائیں کہ ان کو کیسی کیسی اذیتیں پہونچائی گئیں، مگر کہیں سے آپ کو یہ نہیں معلوم ہوگا کہ انھوں نے اعلان میں ذرا بھی کوتاہی کی، انبیار و رسل کے اوصاف میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی سے مطلقاً نہیں ڈرتے، صرف خدا کا خوف ان کے دل میں ہوتا ہے، اور بس، ارشادِ ربانی ہے

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ (احزاب - ۵)

یہ سب ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہونچایا کرتے تھے، اور اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔

پھر جو پیغام الٰہی ہوتا ہے انبیار اپنی قوم کی زبان میں اسے قوم کے سامنے پیش کر دیتے ہیں تا کہ قوم کو کسی عذر کا موقع نہ رہ جائے، ارشادِ خداوندی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر بولی بولنے والا اپنی قوم کی تاکہ ان کو سمجھائے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کو بتا رکھا ہے کہ جو حکم ہو، تم اسے پہونچا دو، خدانخواستہ اگر ذرا بھی کوتاہی ہوئی، تو پھر یاد رکھو کہ تم نے اپنا منصب پورے طور پر ادا نہیں کیا، ارشاد ربانی ہے

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

اے رسول پہنچا دیجئے جو آپ پر اترا آپ کے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا تو آپ نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ اگر کوئی تم سے کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام الٰہی نہ پہونچایا، تو ہرگز اس کی تصدیق نہ کرو، وہ جھوٹا ہے[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن نے اعلان کیا

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى، وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم - ۱)

یہ تمہارے ساتھ رہنے والے (پیغمبر) نہ راہ سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ ہوئے اور نہ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں، ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں آنحضرت صلعم سے جو کچھ سنتا تھا، لکھ لیا کرتا تھا، ایک دفعہ قریش نے مجھے اس سے روکنا چاہا، اور انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلعم بشر ہیں، کبھی خوشی کا موقع ہوتا ہے، کبھی غم و غصہ کا، یعنی ممکن ہے کبھی غصہ میں آپ ایسی بات کہہ جاتے ہوں، جو کہنے کے لایق نہ ہو، لہذا تم جو کچھ سنو اسے لکھنے کی سعی نہ کرو، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے یہ سارا قصہ آپ سے بیان کر دیا، یہ سن کر آپ نے فرمایا

اکتب فوالذی نفس محمد بیدہ ما

تم لکھتے رہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ

---

[1] الفاظ یہ ہیں عن عائشۃ رضؓ قالت من حدثک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتم شیئاً من الوحی فلا تصدقہ (بخاری جلد ۲ ص ۱۱۲۳)

خرج منہ الا الحق واشار الی فیہ — میں محمدؐ کی جان ہے اس (منہ) بجز حق اور کچھ نہیں نکلتا اور آپ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔

(مسند صلہ)

اللہ تعالیٰ نے اسے کھول کر بیان کر دیا ہے کہ انبیاء کو اس کی خصوصی رہنمائی حاصل ہوتی ہے اس لئے وہ بالکل وہی کرتا ہے، جس کا اسے حکم ہوتا ہے، اور جو اسے بحیثیت نبی کرنا چاہئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ (الانعام - ۱۰) — یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی، سو آپ بھی انھی کے طریقہ پر چلئے۔

یہ اقتدائے انبیاء کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو رہا ہے، اس آیت سے انبیاء کی سیرت کی پختگی پر جو روشنی پڑتی ہے وہ کسی اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

اس مسئلہ کو بھی سامنے رکھئے تو بات اور واضح ہو کر آپ کی سمجھ میں آجائے گی، کہ انبیاء علیہم السلام کو نبوت من جانب اللہ تفویض ہوتی ہے، نبوت ورسالت میں کسب و محنت کو قطعاً دخل نہیں ہے جو لوگ اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں وہ سراسر غلطی اور گمراہی میں ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ، رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ یَوْمَ ھُمْ بٰرِزُوْنَ۔ — اللہ خوب جانتا ہے اُس موقع کو جہاں وہ اپنے پیغام بھیجے، وہی ہے اونچے درجوں والا، عرش کا مالک، اُتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہوں گے

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ — اُتارتا ہے فرشتوں کو بھید دے کر اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں کہ خبردار کر دو کہ کسی کی بندگی

۲۰ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (نحل) — نہیں میرے سوا سو مجھ سے ڈرو۔

ایک اور جگہ کافروں، مشرکوں اور اہلِ کتاب کی دلی تمنا کو واشگاف کیا اور فرمایا

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ	دل نہیں چاہتا اُن لوگوں کا جو کافر ہیں اہلِ کتاب
الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ	میں اور نہ مُشرکوں میں اس بات کو کہ اُترے
يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ	آپ پر کوئی نیک بات آپ کے رب کی طرف
رَّبِّكُمْ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ	اور اللہ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ
مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ	جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے
الْعَظِيْمِ (بقرہ)	

انھی آیتوں اور دوسری دلیلوں کے پیش نظر علامہ تورپشتی لکھتے ہیں

حق تعالیٰ آں کساں را کہ خواست	اللہ تعالیٰ جن کو چاہتا ہے نبوت کے لئے چن لیتا
بداں برگزید نہ باختیار ایشاں بود، و	ہے، انبیاء کے اختیار و کسب سے نبوت نہیں ملتی
نہ بکسب ایشاں، و بداند کہ اعتقاد	یہ واضح رہے کہ بذریعہ کسب نبوت کے ملنے کا
داشتن کہ نبوۃ بکسب حاصل شود	اعتقاد رکھنا یعنی یہ کہ کسب سے نبوت حاصل ہو سکتی
کفر است (معتمد صـ۶۱)	ہے کفر ہے،

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

والنبوۃ نعمۃ یمن بھا علی من	اور نبوۃ ایک نعمت ہے جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ
یشاء ولا یبلغھا احد بعلمہ و کشفہ	جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔ اور کوئی شخص
ولا یستحقھا باستعداد ولایتہ	اس درجہ تک اپنے علم اور کشف کے ذریعہ نہیں پہنچ سکتا اور
(فتح الباری جـ۶ صـ۲۲)	اور کوئی شخص استعداد ولایت کی وجہ سے اس درجہ کا مستحق نہیں

یہ بھی واضح رہے کہ انبیاء و مرسلین سے نبوت و رسالت واپس نہیں لی جاتی ہے، اور نہ انھیں معزول کیا جاتا ہے، حد یہ ہے کہ جس طرح زندگی میں نبی ہوتے ہیں، وفات کے بعد بھی نبی

ورسول باقی رہتے ہیں، ظاہری موت کے بعد پھر روح ان کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے

وعلی ھذا فلا تبطل (النبوۃ) با الموت کما لا تبطل با النوم والغفلۃ	نبوت موت سے باطل نہیں ہوتی جس طرح نیند اور غفلت سے باطل نہیں ہوتی ۔

(فتح جلد ۲۲۷/۲)

ہاں شریعت بلاشبہ منسوخ ہوجایا کرتی ہے، یعنی اصول تو باقی رہتے ہیں، فروعات میں دوسرے نبی کے بعد تبدیلی ہوجاتی ہے، تاآنکہ سب کے اخیر میں رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور آپ کی شریعت کبھی منسوخ نہ ہوگی، قیامت تک یہی شریعت جاری رہے گی، اس وجہ سے قرآن نے آپ کو خاتم النبیین کہا ہے نیز اعلان کیا

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔	آج میں پورا کرچکا تمھارے لئے تمھارا دین اور پورا کیا تم پر اپنا احسان اور پسند کیا تمھارے لئے اسلام کو دین

ایک اور بات یہیں کہہ دینے کی ہے کہ انبیاء و مرسلین میں قوتِ نظری و قوتِ عملی دونوں کامل ہوتی ہیں، عوام میں یہ دونوں قوتیں ناقص ہوتی ہیں، لہذا نہ یہ خود کامل ہوتے ہیں، نہ دوسروں کو کامل کرسکتے ہیں، اولیاء و صلحاء خود تو کامل ہوتے ہیں، اور دوسروں کو فائدہ بھی پہنچاتے ہیں مگر دوسروں کو کامل نہیں کرسکتے، بخلاف ان دونوں گروہوں کے انبیاء و مرسلین خود بھی کامل ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی کامل کرسکتے ہیں اور اس طرح یہ ساری کائنات انسانی میں امتیازی حیثیت کے مالک ہوتے ہیں۔

اور یہ حیرت کی چیز نہیں، کون نہیں جانتا مختلف مخلوقات میں حیوان افضل ہے اور حیوانوں کی انواع میں انسان اشرف ہے، اسی طرح انسانوں کی صنف میں سب سے افضل انبیاء و مرسلین ہوتے ہیں، یہ انسانیت کی اس سرحد پر ہوتے ہیں، جہاں جاکر اس کی بلند سطح ختم ہوتی ہے۔

انبیاء و مرسلین روحانی امراض کا علاج کرتے ہیں، کیوں کہ یہی بیماری انسان کو خدا سے اعراض کرنا، اور دنیا میں انہماک پیدا کرنا سکھاتی ہے، جو سب سے بڑا انسانی عیب ہے، انبیاء و مرسلین ان روگوں کو دور کرتے ہیں، اور انسانوں کو خدا کے راستہ پر لگا دیتے ہیں، دنیا میں انہماک سے بچاتے ہیں اور نجات کی فکر پیدا کرتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی نے الکلام حصہ دوم میں بڑے اچھے انداز میں ثابت کیا ہے کہ انبیاء و مرسلین خود کامل ہوتے ہیں اور دوسروں کی بھی تکمیل کرتے ہیں، سورہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ میں الٰہیات کا بیان ختم کرکے نبوت کا بیان شروع کرتے ہوئے ارشاد ہے سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ ہم آپ کو قرآن پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے۔

اس آیت میں انبیاء و مرسلین کی قوتِ نظری کے کمال کا بیان ہے یعنی ان کو نفسِ قدسی عطا کیا گیا ہے، جو غلطی و نسیان سے محفوظ ہوتا ہے، البتہ اقتضائے بشریت اس سے مستثنیٰ ہے

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَىٰ — اور ہم آپ کو شریعت کے لئے سہولت دیں گے

اس میں قوتِ عملی کے کمال کی طرف لطیف اشارہ ہے، یعنی ان میں یہ ایک ایسا ملکہ ودیعت ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ان سے وہی کام سرزد ہوتے ہیں جو موجبِ سعادت و راحت ہیں۔

فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَىٰ — سو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو

اس میں ناقصوں کی اصلاح کی طرف اشارہ ہے، باقی ناقصوں میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَخْشَىٰ — وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو ڈرتا ہے

یہ حق قبول کرنے والوں کا گروہ ہے۔

وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ — اور جو سخت بدنصیب ہو وہ اس سے گریز کرتا ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوگا۔

یہ وہ گروہ ہے، جس میں حق قبول کرنے کی استعداد نہیں ہوتی، اسی وجہ سے کہا گیا

ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی
پھر نہ اس میں مرہی جائے گا اور نہ جئے گا۔

نہ مرنا اس وجہ سے کہ ان میں روح زندہ ہوتی ہے، اور نہ زندہ رہنا اس لئے کہ ایسا جینا جینا نہیں ہے، بلکہ موت سے بھی بدتر ہے،

انبیار ومرسلین کا بنیادی کام یہ ہوتا ہے کہ شر مٹ جائے، اور خیر کی تعلیم ہو۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی
بامراد ہوا جو شخص پاک ہوگیا۔

اس میں شر مٹانے کی طرف اشارہ ہے

وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی
اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا

اس میں خیر کی تعلیم کی طرف اشارہ ہے

جس طرح کوئی نبی اللہ تعالیٰ کے درجہ کو کسی حال میں نہیں پہونچ سکتا، اور ہر حال میں وہ خدا کا بندہ ہی ہوتا ہے، اسی طرح کوئی بڑے سے بڑا ولی اور صالح، نبی کے درجہ کو کبھی نہیں پاسکتا کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے، وحی سے نوازا جاتا ہے، ملائکہ کا مشاہدہ کرتا ہے، احکام کی تبلیغ کرتا ہے اور بڑے بڑے اولیار کے کمالات سے متصف ہوکر مخلوق کی رہنمائی کے فرائض انجام دیتا ہے، اسی کو امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں کہا ہے، کہ جہاں جاکر ولایت ختم ہوتی ہے، وہاں سے نبوت کی ابتدا ہوتی ہے، اس لئے اولیار کمالاتِ نبی میں سے کسی کمال تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔

انبیار ومرسلین میں رسولوں کا درجہ انبیار سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، پھر رسولوں میں بھی درجات وکمالات کے اعتبار سے بعض بعض سے افضل ہوتے ہیں، اور تمام انبیار ومرسلین میں سب سے افضل سید الکونین رسول الثقلین، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

انبیار ومرسلین کی تعداد کے متعلق اختلاف ہے صحیح ابن حبان میں ابوذر رضؓ سے روایت ہے کہ پوچھنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار، پوچھا گیا ان میں رسول کتنے ہیں ارشاد ہوا، تین سو تیرہ، بعض روایات میں انبیار کی تعداد دو لاکھ چوبیس ہزار بتائی گئی ہے مگر اس روایت کا پتہ نہیں چلتا کیسی ہے[1] اس سلسلہ میں امام شوکانی نے حضرت ابوامامہ باہلیؓ

---

[1] بغیۃ الرائد صہ مسند احمد میں بھی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار منقول ہے شرح فقہ اکبر ص ۶۹

سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا

یارسول اللہ کم الانبیاء قال مائۃ	یارسول اللہ کتنے انبیاء ہوئے فرمایا ایک
الف واربعۃ وعشرون الفا قال	لاکھ چوبیس ہزار عرض کیا گیا ان میں کس قدر
یارسول اللہ کم کانت الرسل من	رسل تھے ۔ فرمایا تین سو پندرہ کی ایک کثیر
ذالک قال ثلثمائۃ وخمسۃ عشر	جماعت ۔
جما غفیرا اخرجہ ابن حبان وابن	
ابی حاتم والطبرانی والحاکم	
وصححہ والبیھقی ...... وصرح	
بان السائل ابوذر	

(فتح القدیر للشوکانی ج۱ ص۵۶)

اولیٰ یہ ہے کہ انبیاء کی تعداد کے سلسلہ میں کسی معین تعداد پر اختصار نہ کیا جائے، قرآن نے بھی اجمالی تذکرہ کیا ہے ارشاد ربانی ہے

مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ	بعض اُن میں وہ (پیغمبر) ہیں کہ سنائے ہم نے آپ
مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (پ۲۴)	کو اُن کے احوال اور بعض وہ ہیں کہ اُن کے احوال
	نہیں سنائے ۔

احتیاط بھی تعداد کے باب میں ابہام و اجمال ہی ہے، تمام پیغمبروں پر ایمان لانا چاہیے تعداد کا لحاظ نہ کرنا چاہیے، جن کا تفصیلی حال معلوم ہو سکا ہے، ان پر تفصیلی ایمان رکھنا چاہیے قرآن مجید میں انبیاء کے پچیس نام آئے ہیں، وہ یہ ہیں

ہم آدم ، ادریس ، نوح ، ہود ، یونس ، الیاس ، الیسع ، داؤد

اسحاق ، ابراہیم ، لوط ، موسیٰ ، ذوالکفل ، یحییٰ ، زکریا ، عیسیٰ

شعیب ، د ثم صالح ، ایوب ، ہارون ، ثم یوسف ، یعقوب

ثم سلیمان و اسماعیل محمد ختمھم الجلیل